سلیمان*

غالب پر بدھ مت کے اثرات

Abstract:

The Impact of Buddhism on Ghalib

Gautama Buddha’s thoughts, ideas, and teachings have had a profound effect not only on the minds of common people from all parts of the world but also upon great poets of all ages. Ghalib, the great poet of Urdu and Persian, also got inspired by Buddhist thought and philosophy, probably through Bedil’s poetry. In his Urdu and Persian poetry, he expressed Buddhist philosophical views about the origin of the universe, self, the laws of nature, the nature of life, human greatness, the reality of life and death, illusion, nihilism, and meditation. This article is an attempt to interpret Ghalib’s poetry in a wider Eastern philosophical perspective. It has been asserted that Ghalib didn’t just versify Buddhist ideas, rather he imbibed them and added another dimension to his multifaceted poetry.

Keywords: Buddha, Ghalib, annihilation, nihilism, meditation.

مرزا اسد اللہ خان غالب (۱۷۹۷ء-۱۸۶۹ء) کا شمار دنیا کے بڑے شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کی شعری عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کی متعدد زبانوں میں ان کی شاعری کے تراجم ہوچکے ہیں۔ ان کی شاعری میں مذہب، تصوف، اخلاقیات، سماجیات اور تاریخی شعور کی بھرپور ترجمانی نظر آتی ہے۔ وہ حکیمانہ غور وفکر کو تخیل کی بلندی کے ساتھ اپنی شاعری میں پیش کرتے ہیں۔ وہ فلسفیانہ موضوعات اور شعر کی یک جائی سے ایک ایسی روایت کی بنیاد ڈالتے ہیں جسے بعد میں اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) معراج کمال تک پہنچاتے ہیں۔ شیکسپیئر (William Shakespeare۔ ۱۵۶۴ء-۱۶۱۶ء) کے ڈراموں کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی متعدد سطحیں ہوتی ہیں جو مختلف ذہنی سطح کے ناظرین و قارئین کو بیک وقت متاثر کرتی ہیں۔ غالب کی شاعری بھی اسی نوعیت کی ہے۔ ان کی شاعری عمومی وخصوصی ہر دو سطحوں پر قاری کو فکر عمیق کے لطف سے محظوظ کرتی ہے۔

غالب نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی نیز جس سماجی نظام میں پرورش پائی تھی، اس ماحول اور سماج کی جڑیں ہندومت، بدھ مت، جین مت، اسلام اور سکھ مت میں پیوست تھیں۔ ایک انتہائی زیرک اور حساس ترین شاعر ہونے کی حیثیت سے وہ اس ماحول کے اثرات سے متاثر ہیں۔ چناں چہ اس تناظر کے پیش نظر غالب کی شاعری میں بدھ مت کے مضامین نظر آتے ہیں۔ تاہم واضح رہے کہ یہ مطالعہ غالب کو بدھ کا پیرو ثابت کرنے کی خاطر نہیں کیا گیا بلکہ یہ سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ غالب کا زمانہ مختلف تہذیبی اثرات کا حامل تھا اور غالب کو ان سے اعراض کرنے میں تامل نہیں تھا۔ غالب، بیدل (۱۶۴۴ء-۱۷۲۰ء) سے متاثر تھے اور بیدل و غالب کے یہاں بودھی اثرات کا تفصیلی مطالعہ گوپی چند نارنگ (پ:۱۹۳۱ء) نے اپنی کتاب غالب: معنی آفرینی، جدلیاتی وضع، شونیتا اور شعریات میں کیا ہے۔

بدھ مت کے بانی مہاتما بدھ (وفات: ۴۸۳ ق م) جن چار عظیم سچائیوں (Four Noble Truths) کے ادراک کو تفصیل سے بیان کیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ دنیا مصائب اور دکھوں کی آماج گاہ ہے، چناں چہ انسانی دکھوں کی اصلیت اور حقیقت کا ادراک کرنا چاہیے۔

۲۔ انسانی دکھوں اور مصائب کا سب سے بڑا سبب خواہش ہے۔

۳۔ انسانی دکھوں کے محرک یا علت کو ختم کرنے سے یہ دکھ ختم ہو جائیں گے، یعنی خواہشات کا خاتمہ دکھوں کا خاتمہ ہے۔

۴۔ انسانی دکھوں کے خاتمے کا روحانی اور اخلاقی راستہ آٹھ منازل (The Noble Eightfold Path) پر مشتمل ہے، جو یہ ہیں: درست نظر، درست ارادہ، درست گفتگو، درست رویہ، درست کمائی، درست کوشش، درست سوچ اور درست مراقبہ۔ اہل چین مہاتما بدھ کے اس راستے کو Path of Eight Practices کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔

مہاتما بدھ کی تعلیمات کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ انسانی دکھوں اور مصائب کے اسباب سیاسی، معاشی یا معاشرتی ہرگز نہیں بلکہ ان کے اسباب مکمل طور پر زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور جہاں تک زندگی کی اصلیت کا تعلق ہے تو وہ اپنی سرشت میں عارضی، ناپائیدار اور فانی ہے۔ زندگی سے متعلق غالب کا نظریہ بدھی فکر سے بیگانہ محسوس نہیں ہوتا۔ وہ زندگی کو ایک غیر دائمی اور فانی شے سمجھتے ہیں۔ ایک ایسی شے جس کی مدت کا تعین زمانی اعتبار سے ناممکن ہے۔ انسانی زندگی ایک رقص شرر کی مانند ہے۔ انسان اپنی مدت حیات کے اعتبار سے ہر سو بکھرنے کی زد میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی اعتبار محض اور مرجع معدومیت ہے:

یک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل
گرمئ بزم ہے اک رقص شرر ہوتے تک[1]

مشت غبار ماست پرا گندہ سو بہ سو
یا رب بہ دھر درچہ شمار خودیم ما[2]

ترجمہ: ہمارا وجود ایک مشت غبار ہے جو ہر طرف سے منتشر ہونے کی زد میں ہے۔ آخر کار اے اللہ ہمارا وجود کس شمار میں ہے یعنی ہماری زندگی کی حقیقت و حیثیت کیا ہے؟

بدھ مت بنیادی طور پر دو بنیادی فرقوں میں منقسم ہیں۔ ایک فرقہ Hinyana جب کہ دوسرا Mahiyana کے نام سے موسوم ہے۔ ان دونوں فرقوں کے نظریاتی اختلاف کے بارے میں ڈاکٹر محمد حفیظ سید لکھتے ہیں:

> ہنایان تو اس قدیم بدھ مت کے ماننے والے ہیں جو لنکا اور برما میں پائے جاتے ہیں اور روح کے قائل نہیں، خدا کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ بدھ نے کچھ نہیں کہا اور ہمیں اس کے وجود و عدم سے کوئی سروکار نہیں۔ ماہیان بدھ ستو پر یقین رکھتے ہیں۔ بدھ کو مافوق الانسان شخصیت سمجھتے ہیں۔ مختلف خداؤں پر اعتقاد رکھتے ہیں[3]۔

مہایان فرقے کا بانی مشہور بدھی فلسفی ناگارجن(Nagarjuna۔۲۵۰ ق م-۱۵۰ ق م) ہے۔ وہ بدھ مت میں اس بنیادی نظریے کا حامی ہے کہ یہ کائنات اگرچہ ایک ٹھوس شکل میں نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں یہ بے اصل ہے۔ تمام مادی اشیا قائم بالغیر ہیں۔اس حوالے سے ٹھیک ناٹ ہن(Thich Nhat Hanh) لکھتے ہیں:

> مہاتما بدھ نے وجود و عدم کے سلسلے میں اپنے پیروکاروں کو خبردار کیا کہ کسی بھی صورت میں ان کا تعلق، ان سے استوار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اپنی ماہیت کے اعتبار سے وہ صرف ذہنی اختراعات ہیں[4]۔

اس کائنات میں کچھ بھی قائم بالذات نہیں۔ یعنی ہر نظر آنے والی شے یا تصور میں آنے والی شے اصل نہیں ہے۔ اس حوالے سے گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

> ناگارجن کا کہنا ہے کہ سنسار اگرچہ ٹھوس دکھائی دیتا ہے، لیکن سچائی کی اعلیٰ تعبیر کی رو سے یہ بے اصل ہے۔ یہ اسباب وعلل کے نتیجے سے ظہور پذیر ہوتا ہے اور سو بھاؤ نہیں رکھتا یعنی آزادانہ یا بالذات اپنا وجود نہیں رکھتا[5]۔

کائناتی معروض کے وجود کی قطعی حقیقت کے حوالے سے غالب کا نظریہ بدھ مت کے قریب ہے۔ ان کے نزدیک یہ مادی کائنات سو بھاؤ نہیں رکھتی۔ وہ اپنے ذہن رسا کی بنیاد پر اور بالدلیل یہ اقرار کرتے ہیں کہ جب انھوں نے معروضی موجودات کی اصلیت کے حوالے سے لکھنے کی کوشش کی تو صرف ایک لفظ ''عنقا'' لکھنے کی جسارت کر گیا۔ جس کا مطلب ہے

کہ معروض کے موجودات برائے نام ہیں اور وجود بالذات سے عاری ہیں۔ وہ اپنی موضوعیت پسندی کے زیرِ اثر اس نظریے کے قائل ہیں کہ معروضی مظاہر حقیقی وجود سے عاری ہیں کیوں کہ وہ مسلسل تغیر اور فنا کی زد میں رہتے ہیں اور تغیر اور فنا کی صفات کے حامل معروضی مظاہر کبھی حقیقی نہیں ہوسکتے۔

تا فصلے از حقیقت اشیا نوشتہ ایم
آفاق را مرادف عنقا نوشتہ ایم[6]

ترجمہ: جب ہم نے اشیائے عالم کی اصلیت کے بارے میں لکھنے کی کوشش کی تو شروع کے باب میں کائنات کو عنقا کا ہم معنی قرار دیا۔

ہے غیب غیب، جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز، جو جاگے ہیں خواب میں[7]

خطے برہستی عالم کشیدیم از مژہ بستن
زخود رفتیم و ہم با خویشتن بردیم دنیا را[8]

ترجمہ: ہم نے آنکھ بند کر کے اس مادی دنیا پر لکیر کھینچ دی، گویا عالم کا وجود معدوم ہوگیا۔ ہم اپنے آپ سے گئے اور اپنے ساتھ دنیا کو بھی لے گئے۔

مہاتما بدھ کا نظریہ ہے کہ جو چیز وجود رکھتی ہے وہ مادے سے بنی ہے۔ مادہ غیر مستقل اور فانی ہے۔ چناں چہ ہر ذی روح کے وجود میں فنا کے عناصر فطری طور پر موجود ہیں۔ انسان اگرچہ جسمانی حیات رکھتا ہے مگر اسے فنا سے کوئی چارہ نہیں[9]۔ گوتم بدھ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے قریبی بھکشو سے کہا تھا کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر شے فانی ہے[10]۔ غالب کے مطابق ہر مادی وجود میں تخریب (فنا) کے ازلی عناصر موجود ہیں۔ یہ عناصر خارجی ہرگز نہیں ہیں بلکہ مادی اجسام کے اندر سے رونما ہوتے ہیں۔ چناں چہ ہر مادی پیکر ابتدائے آفرینش سے فنا کی زد میں ہے۔ فنائیت کے اس فطری قانون سے کسی بھی مادی شے کو مفر حاصل نہیں:

سبزہ مادر عدم تشنۂ برق بلاست
در رہ سیل بہار شرح دمیدن دہیم[11]

ترجمہ: وجود و عدم میں فنا پذیری فطری ہے۔ بہار کی رو میں ہم ابھر کر پھلنے پھولنے کی صورتیں دکھا کر برباد ہو جاتے ہیں۔

ہیں زوال آمادہ اجزائے آفرینش کے تمام
مہر گردوں ہے، چراغ رہ گزر باد یاں[۱۲]

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولٰی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا[۱۳]

ہستی ہماری، اپنی فنا پر دلیل ہے
یاں تک مٹے، کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے[۱۴]

مہاتما بدھ کے نزدیک غم، کمزوری، بیماری اور موت فنا کے مختلف مدارج ہیں[۱۵]۔ غالب فنا کے ان مذکورہ مدارج میں سے موت کو فنا کا ایک بہت بڑا درجہ مانتے ہیں۔ ان کے مطابق موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس کے سامنے ہر ذی روح بے بس ہے۔ وہ انسان کے اندر سب سے بڑے خوف کا سبب موت ہی کو قرار دیتے ہیں۔ موت انسان سے آزادی اور انتخاب کی صلاحیت چھین لیتی ہے اور اسے ہر لمحہ بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا رکھتی ہے:

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر بھی، مرا رنگ زرد تھا[۱۶]

بدھ مت کی رو سے انسان کے لیے راحت صرف نیستی، فنا اور عدم محض میں ہے[۱۷] اور غالب اس راز سے پوری طرح واقف ہیں۔ وہ یہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں کہ مادی وجود کا حامل انسان دنیوی دکھوں اور رنج سے چھٹکارا صرف اس صورت میں پاسکتا ہے کہ وہ خود کو قانون تغیر کے حوالے کرکے غم اور خوشی کے تصور سے ماورا ہو جائے۔ تب کہیں جا کر وہ پرسکون ہوسکتا ہے:

خوشی خوشی کو نہ کہہ، غم کو غم نہ جان اسد
قرار داخل اجزائے کائنات نہیں[۱۸]

سیکولر انسان دوستی بنیادی طور پر ایک فطری فلسفہ ہے جس کا بنیادی مؤقف یہ ہے کہ انسان کی عظمت مسلم ہے اور اسے اپنی تقدیر پر مکمل اختیار حاصل ہے۔ اس فلسفہ کی ماہیت میں مافوق الفطری عوامل یا وجود کے لیے کسی بھی توجیہ کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ اس کے برعکس بدھ مت کی انسان دوستی کی جڑیں اخلاقیات میں پیوست ہیں۔ مہاتما بدھ، انسان

دوستی (humanism) کا علم بردار اور مبلغ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تعلیمات میں فلسفہ انسان دوستی کی واضح تاکید ملتی ہے۔ اس کے پیروکار انسان کو ہر لحاظ سے قابل قدر مانتے ہیں اور انسانوں میں تفریق کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ اس حوالے سے والپول راہول (Walpola Rahula۔ ۱۹۰۷ء-۱۹۹۷ء) لکھتے ہیں:

> بدھ مت کے مطابق انسان کا مقام سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔ وہ خود اپنا حاکم ہے۔ اس کے مقابلے میں کوئی ایسی مخلوق یا طاقت موجود نہیں ہے جو اس مقام و مرتبے میں اس سے بہتر صلاحیت و مقام کی حامل ہو[۱۹]۔

غالب بھی بدھ مت کے پیروکاروں کی طرح انسانی عظمت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ انسان کائنات کے اندر وہ واحد ہستی ہے جو اپنے ہونے کا جواز خود اپنے اندر رکھتی ہے۔ نیز اپنی عظمت و انفرادیت کا جواز بھی خود ہی پیدا کرتی ہے۔ اس لیے وہ انسان کے زوال اور بے توقیری پر پوری قطعیت کے ساتھ سوال کرتے ہیں:

> ہیں آج کیوں ذلیل؟ کہ کل تک نہ تھی پسند
> گستاخی فرشتہ، ہماری جناب میں[۲۰]

مہاتما بدھ روحانیات کے ارتقائی منازل کی راہ میں جن پانچ رکاوٹوں (hindrances) کا ذکر کرتا ہے۔ ان میں سے سب سے بڑی رکاوٹ تشکیک ہے۔ وہ روحانی سفر کی راہ میں تشکیک کو سب سے بڑی رکاوٹ اور بندش تسلیم کرتا ہے۔ اس حوالے سے والپول راہول لکھتے ہیں:

> مہاتما بدھ کی تعلیمات کی رو سے تشکیک ان پانچ رکاوٹوں میں سے ایک ہے جو حقیقت کے ادراک اور روحانی ترقی کے سفر میں ہمیشہ حائل رہتی ہے[۲۱]۔

غالب کے مزاج میں تشکیک کا عنصر بہ درجہ اتم موجود ہے۔ وہ مذہبی اقدار اور اعتقادات کے ساتھ ساتھ اشیا و مظاہر، مادے کی حقیقت اور انسانی وجود پر شک کا اظہار کرتے ہوئے منطقی استدلالیت کے حامل سوالات اٹھاتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ پہلے سے قائم اور قابل قبول نظریات کو قبول کرنے میں تشکیک کی بنا پر کتراتے ہوئے ان پر اعتراضات کرتے ہیں:

> جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
> پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟[۲۲]

> پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
> آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا[۲۳]

نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا
خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے؟[۲۴]

بدھ مت کی تعلیمات کی رو سے زندگی صرف دکھوں اور تکالیف کا نام ہے اس میں راحت وسکون کا کوئی عنصر موجود نہیں ہے۔ اس حوالے سے والپول راہول لکھتے ہیں:

بدھ مت کی رو سے حیات سوائے تکالیف اور دکھ درد کے کچھ بھی نہیں ہے[۲۵]۔

ٹھیک ناٹ ہن (Thich Nhat Hanh) کے مطابق:

مہاتما بدھ نے یہ درس دیا کہ تمام تصوراتی، مادی، نفسیاتی مظاہر نیز انسانی ذہن کی آفادی غیر آفادی فطری حالتیں صرف اور صرف دکھ ہیں[۲۶]۔

غالب بھی غم اور تکالیف کو زندگی کا ایک جزو لاینفک مانتے ہیں۔ ان کے مطابق جب تک انسانی زندگی قائم و دائم ہے، تب تک تکالیف اور غم برقرار رہیں گے۔ ان کے غم میں ایک لے نارسائی حقیقت کا عنصر موجود ہے۔ وہ انسانی زندگی اور غم کو لازم و ملزوم ٹھہراتے ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ اگر زندگی میں ایک غم ختم ہو جاتا ہے تو دوسرا سر اٹھائے سامنے کھڑا نظر آتا ہے۔ زندگی کے غموں اور مصائب سے نجات صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جائے:

قید حیات و بند غم، اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟[۲۷]

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا[۲۸]

مہاتما بدھ کے نظریے کے مطابق کائناتی سچائیوں میں سے ایک سچائی یہ ہے کہ اس جہان رنگ و بو کے اندر کوئی بھی ساکن صفت کا حامل عنصر موجود نہیں ہے۔ ہر شے ہر لمحہ بدلتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ہم دریا کے پانی میں صرف ایک دفعہ پاؤں ڈال سکتے ہیں۔ جب دوسری مرتبہ پاؤں ڈالیں گے تب پانی دوسرا ہوگا۔ گویا مظاہر عالم میں کوئی بھی شے مستقل نہیں بلکہ ہر لمحہ تغیر وتبدل کی زد میں ہے۔ اس ضمن میں والپول راہول لکھتے ہیں:

بدھ مت کے مطابق ایک چیز کا غیاب دوسری چیز کے نمودار ہونے سے مشروط ہوتا ہے، یہ دراصل علت ومعلول کا ایک جاری و ساری سلسلہ ہے۔ اس کائنات میں غیر تغیر پذیر صفت کا حامل عنصر موجود نہیں ہے[۲۹]۔

غالب بھی اس نظریے کے قائل ہیں۔ وہ کائنات کی ہر شے کو گزران مسلسل یعنی state of flux میں تسلیم کرتے ہیں۔ وہ سرگزشت روزگار کا تجزیہ کرکے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہاں کسی بھی شے کو ثبات حاصل نہیں ہے۔ اس دنیا میں اگر کسی چیز کو دوام حاصل ہے تو وہ تغیر ہے اور اس کا قانون یہاں کارفرما ہے۔ ان کے نظریے کی رو سے کائنات مسلسل تغیر پذیر ہے:

در ہر مژہ برہم زدن ایں خلق جدید یست
نظارہ سگالد کہ ہماں است وہماں نیست[۳۰]

ترجمہ: آنکھ جھپکنے کے ساتھ ہی کائنات نئی صورت میں سامنے آتی ہے۔ ہماری نظریں سمجھتی ہیں کہ یہ کائنات وہی پرانی ہے لیکن حقیقت اس سے مختلف ہوتی ہے۔

مہاتما بدھ کے بہ قول خواہش اور احساس انسان کو مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں[۳۱] اور خواہش تو ہر مصیبت کی جڑ ہے[۳۲]۔ غالب بھی انسان کو خواہش کا آلہ کار سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق جب تک انسان خواہش کا اسیر رہے گا۔ وہ ابدی مسرت حاصل نہیں کرسکتا۔ ان کے نزدیک خواہش سے تعلق رکھنے کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ انسانی خواہشات بے حساب ہیں، جس قدر پوری ہوتی ہیں، ان کے مقابلے میں مزید اور جنم لیتی ہیں۔ چناں چہ وہ خواہشات جو پوری نہیں ہوسکتیں، وہ انسان کو تکلیف میں مبتلا کیے رکھتی ہیں۔ خواہشات کی اس خامی کی وجہ سے ہمارا مستقبل سراسر تمنا اور ماضی حسرت وغم کی تصویر بن جاتا ہے:

آئندہ و گذشتہ تمنا و حسرت است
یک 'کاشکے' بعد کہ صد جا نوشتہ ایم[۳۳]

ترجمہ: ہماری زندگی کا مستقبل تمنا اور ماضی حسرت سے عبارت ہے۔ یوں سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے پاس صرف ایک لفظ ''کاش کہ'' ہے جسے ہم نے سو بار لکھا ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی، کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے[۳۴]

بدھ مت کا ایک بہت ہی دقیق فلسفیانہ نکتہ یہ ہے کہ جو شے اپنی اصل نہیں رکھتی وہ اپنی غیر اصل بھی نہیں رکھتی۔ چناں چہ غیر محدود بھی اسی کا ہی ممکن ہوسکتا ہے جو وجود رکھتا ہے۔ مگر جو وجود سے محروم ہے۔ اس کا غیر وجود تصور سے بالاتر

ہے۔ پس جب وجود ہے نہ عدم ، نہ فنا ہے نہ بقا تو پھر اس کے تضاد کا قضیہ بھی محض فریب ہے[۳۵]۔ غالب کے نزدیک مظاہرات مادی، وجود و عدم کے اصول سے ماوریٰ ہیں۔ ان پر وجود و عدم یا فنا و بقا کا اطلاق ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہستی وعدم میں امتیاز کرنا محض دیوانے کا خواب ہے۔ چناں چہ فلسفیانہ حیثیت سے مظاہر کا وجود ان کی نظر میں ہیچ ہے:

ہاں کھائیو مت فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے[۳۶]

ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب
آخر تو کیا ہے، اے نہیں ہے[۳۷]

ز وہم نقش خیالی کشیدہ ای ورنہ
وجود خلق چو عنقا بہ دہر نایابست[۳۸]

ترجمہ: تو اپنے تصور میں ایک خیالی نقش کا وجود قائم کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کا وجود عنقا پرندے کی طرح ناپید ہے۔

بدھ مت کی تعلیمات کی رو سے راحت، سکون اور اپنی اصلیت کی دریافت صرف نیستی، تمنا اور عدم محض میں ہے[۳۹]۔ غالب نظریاتی طور پر اس عقیدے کے حامی نظر آتے ہیں۔ وہ انسان کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ خود کو فنا کا مسافر تسلیم کر کے زندگی کے غموں، دکھوں اور مصائب سے نجات کے ساتھ ساتھ اپنی حقیقت، اصلیت اور ذات کا ادراک بھی حاصل کرسکتا ہے:

فنا کو سونپ، گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
فروغ طالع خاشاک، ہے موقوف گلخن پر[۴۰]

دوستی سے متعلق مہاتما بدھ کا نظریہ ہے کہ دوست وہ ہوتا ہے جو اپنی دولت میں دوست کو شریک گردانتا ہے۔ اس کی نگہبانی کرتا ہے اس کی ملکیت کا محافظ ہوتا ہے اور ہر برے وقت میں نہ صرف اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ کھڑا رہتا ہے[۴۱]۔ غالب فلسفہ انسان دوستی کے معاملے میں من و عن مہاتما بدھ کے نظریے کے قائل ہیں۔ وہ اپنے دوستوں پر اعتراض کرتے ہوئے ان کی دوستی کو طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے بیشتر دوست صرف ایک ناصح کا کردار نبھاتے ہیں اور چارہ سازی و غم گساری کے جذبے سے عاری ہیں:

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گسار ہوتا[۴۲]

بدھ مت کی تعلیمات میں جن آٹھ منازل کا تذکرہ ملتا ہے اور جن پر عمل پیرا ہونا ہر بدھ بھکشو کے لیے لازم ہوتا ہے۔ ان آٹھ منازل کو سر کرنے کے بعد ایک بدھ بھکشو جن زنجیروں کو توڑنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک جنت کی خواہش کی زنجیر بھی ہے۔ جنت کی خواہش کے حوالے سے غالب من وعن بدھ مت کے ہم خیال ہیں۔ وہ خود کو جنت کی خواہش سے آزاد تصور کر کے اسے ایک دل خوش کن خیال تسلیم کرتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک جنت کا وجود ہی نہیں ہے بلکہ یہ صرف ہمیں اس واسطے عزیز ہے کہ اس کے ساتھ بادۂ گلفام اور مشک و بو کا تصور جڑا ہے:

وہ چیز جس کے لیے ہم کو ہو بہشت عزیز
سوائے بادہ گلفام مشک و بو کیا ہے[۴۳]

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو، غالب یہ خیال اچھا ہے[۴۴]

بدھ مت میں انسانی زندگی سے جڑی ہوئی زوال پذیری، ناکامی، دکھ، درد اور وجودی اذیتوں کا تذکرہ بہ درجہ اتم موجود ہے۔ غالب بھی ان مذکورہ حقائق کے قائل ہیں۔ وہ اپنی پوری زندگی میں آئے روز اذیتوں تلے دب کر معدوم ہونے پر نوحہ کناں نظر آتے ہیں۔ وہ موت، بڑھاپے اور فنا کے فلسفے سے آگاہی کی بدولت اپنے کلام میں ان پر مختلف زوایہ ہائے نظر سے اظہار خیال کرتے ہیں:

ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا[۴۵]

غرہ اوج بنائے عالم امکاں نہ ہو
اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن[۴۶]

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
اب عناصر میں اعتدال کہاں[۴۷]

مہاتما بدھ کے نزدیک پیدائش ہی دنیاوی مصیبت کی جڑ ہے[۴۸]۔ غالب بھی انسانی پیدائش پر ماتم کناں ہیں۔ وہ اس نکتے اور راز سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ موجودیت کے ساتھ جن اذیتوں، حسرتوں اور معدومیت کی زد میں رہنا پڑتا ہے، ان سے لاکھ درجہ بہتر ہوتا کہ انسان پیدائش کے وجودی قالب میں منقلب نہ ہوتا۔ کیوں کہ عدم وجود کے قالب میں وہ اپنی اصل سے جڑا رہتا:

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا[۴۹]

بدھ مت کے بنیادی نظریات میں سے ایک اہم نظریہ ہے کہ زندگی کی سب سے بڑی سچائی ''دکھ'' ہے جس کی جڑ خواہش نفس میں ہے۔ چناں چہ دیگر مذاہب کے برعکس بدھ مت میں خواہشات کے خاتمے اور تمام مثبت و منفی خواہشات سے دور رہنے پر زور دیا جاتا ہے۔ غالب بھی خواہشات کی اسیری سے نجات حاصل کرنے کے لیے کبھی کبھی نفی ذات کے حربے پر نظری حوالے سے دلالت کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب انسانی ہستی ایک افسانے سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے تو اس ہستی سے جڑی خواہشات کی حقیقت کیا ہوسکتی ہے۔ پس ذات کی نفی کے ذریعے نہ صرف خواہشات کے عذاب سے نجات حاصل ہوسکتی ہے بلکہ نروان بھی حاصل کیا جاسکتا ہے:

حاصل آنست جملہ بندن کہ مباش
مانہ افسانہ سرائیم و تو افسانہ نیوش[۵۰]

ترجمہ: یہ ہمارے سامنے بار بار دہرایا گیا ہے کہ یہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نفی ذات کرلو، جب ہم افسانہ گو نہیں تو افسانے کیوں سنیں۔

بدھ مت کی ایک اہم مذہبی اصطلاح ''جھان'' ہے۔ اس کا دوسرا نام استغراق ہے۔ بدھ مت میں استغراق کی منزل میں بے اثری و بے تعلقی اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ انسان کو نہ کسی امر کی خوشی ہوتی ہے اور نہ کسی بات کا غم[۵۱] غالب ''جھان'' کی اس منزل کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ وہ خود کو مذکورہ منزل پر فائز سمجھتے ہیں۔ وہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ انھیں وجودی اعتباری کے حامل ہوتے ہوئے بھی استغراق کی منزل کے مکین ہونے کا شرف حاصل ہے:

ہم وہاں ہیں، جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی[۵۲]

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے[۵۳]

مہاتما بدھ کے فکر و فلسفے اور تعلیمات نے ایک اگر طرف دنیا کے مختلف خطوں کے تمام افراد کے اذہان پر اثر ڈالا ہے تو دوسری طرف شعرائے عظام پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ غالب نہ صرف اپنے ماقبل شعرا میں زیادہ وقیع اور ممتاز حیثیت کے حامل ہیں بلکہ آئندہ صدیوں میں آنے والے شعرا کے لیے مشعل راہ بھی ہیں۔ ان کی عظمت اور بقا کا سبب یہ ہے کہ وہ مختلف زمانوں میں خود کو طرح طرح افشا کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں بدھ مت کی تعلیمات اور فلسفہ کی ترجمانی موجود ہے ۔ وہ اپنی شاعری میں کائنات کی اصلیت، زندگی کی ماہیت، قوانین فطرت، کلبیت، معدومیت، انسانی جبلت، انسانی عظمت اور حیات و ممات جیسے فلسفیانہ فکری مباحث کے حوالے سے بدھی فکر کی بھرپور ترجمانی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے نظریات کے حامی ہونے کا دم بھرتے ہیں اور یہی ان کی شخصی فکری اور شعری عظمت کی دلیل ہے۔

حواشی و حوالہ جات

* (پ: ۱۹۸۰ء) اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ جہانزیب کالج، سیدو شریف، سوات۔

۱۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، مرتبہ: کالی داس گپتا رضا (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۱۲ء)، ۲۶۲۔

۲۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، کلیات غالب (فارسی)، جلد اول، مرتبہ ڈاکٹر سید تقی عابدی (نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۸ء)، ۲۲۵۔

۳۔ ڈاکٹر محمد حفیظ سید، گوتم بدھ: سوانح حیات و تعلیمات (دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۲ء)، ۱۳۳۔

۴۔ ٹھیک ناٹ ہن [Thich Nhat Hanh]، *The Heart of the Buddha's teaching* (لندن: ایبری پریس، ۱۹۹۹ء)، ۴۱۰۔
انگریزی متن درج ذیل ہے:

Buddha cautioned his disciples not to be attached to either being or nonbeing, because they are just constricts of the mind.

۵۔ گوپی چند نارنگ، غالب (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء)، ۹۰۔

۶۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، کلیات غالب (فارسی)، ۴۸۸۔

۷۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۳۲۲۔

۸۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، کلیات غالب (فارسی)، ۲۱۷۔

۹۔ ڈاکٹر محمد حفیظ سید، گوتم بدھ: سوانح حیات و تعلیمات، ۴۵۔

۱۰۔ ڈاکٹر ایس رادھا کرشنن، ''گوتم بدھ''، مشمولہ آج کل (بدھ نمبر) (دہلی: یونائیٹڈ پریس، نومبر ۱۹۵۶ء)، ۴۔

۱۱۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، کلیات غالب (فارسی)، ۴۹۵۔

۱۲۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۲۸۳۔

۱۳۔ ایضاً، ۲۹۸۔

۱۴۔ ایضاً، ۲۹۳۔

۱۵۔ ڈاکٹر محمد حفیظ سید، گوتم بدھ: سوانح حیات و تعلیمات، ۴۲۔

۱۶۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۲۸۰۔

۱۷۔ گوتم بدھ، دھمپد، مترجم: عثمان شاہ بن امین (لاہور: ادارہ تحقیقات، ۲۰۱۹ء)، ۱۴۹۔

۱۸۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان، غالب اور آہنگ غالب (نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۶۸ء)، ۲۵۳۔

۱۹۔ والپول راہول[Walpola Rahula]، *What the Buddha Taught* (نیو یارک: گروو پریس، ۱۹۷۴ء)، ۱۔

انگریزی متن یہ ہے:

Man's Position, according to Buddhism is supreme. Men is his own master and there is no higher being or power that sits in judgment over his destiny.

۲۰۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۳۲۱۔

۲۱۔ والپول راہول[Walpola Rahula]، *What the Buddha Taught*، ۳۔

انگریزی متن:

According to the Buddha's Teaching, doubt is one of the five Hindrances (nirvana) to the clear understanding of truth and spiritual progress.

۲۲۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۳۳۰۔

۲۳۔ ایضاً، ۳۲۶۔

۲۴۔ ایضاً، ۳۹۴۔

۲۵۔ والپول راہول[Walpola Rahula]، *What the Buddha Taught*، ۱۔

انگریزی متن یہ ہے:

Life according to Buddhism is nothing but suffering and pain.

۲۶۔ ٹھیک ناٹ ہن[Thich Nhat Hanh]، *The Heart of the Buddha's teaching*، ۴۷۔

انگریزی متن:

Buddha taught that all objects of perception, all physical and physiological phenomena and all wholesome, unwholesome and natural states of mind are suffering.

۲۷۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۳۶۰۔

۲۸۔ ایضاً، ۳۲۷۔

۲۹۔ والپول راہول[Walpola Rahula]، *What the Buddha Taught*، ۲۶۔

انگریزی متن:

According to Buddhism, one thing disappears, conditioning the appearance of the next, is a series of cause & effect, there is no unchanging substance.

۳۰۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، کلیات غالب (فارسی)، ۳۰۲۔

۳۱۔ گوتم بدھ، دھمپد، ۱۴۹۔

۳۲۔ ایضاً، ۵۲۔

۳۳۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، کلیات غالب (فارسی)، ۴۸۸۔

۳۴۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۳۴۶۔

۳۵۔ گوپی چند نارنگ، غالب، ۹۲۔

۳۶۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۲۹۴۔

۳۷۔ ایضاً، ۲۹۴۔

۳۸۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، کلیات غالب (فارسی)، ۲۸۰۔

۳۹۔ گوتم بدھ، دھمپد، ۱۴۹۔

۴۰۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۱۲۸۔

۴۱۔ ڈاکٹر محمد حفیظ سید، گوتم بدھ: سوانح حیات و تعلیمات، ۹۱۔

۴۲۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۳۲۷۔

۴۳۔ ایضاً، ۳۳۲۔

۴۴۔ ایضاً، ۳۳۰۔

۴۵۔ ایضاً، ۳۲۷۔

۴۶۔ ایضاً، ۲۶۵۔

۴۷۔ ایضاً، ۲۸۵۔

۴۸۔ میکش اکبر آبادی، ''بدھ مت کا سلوک''، مشمولہ آج کل (بدھ نمبر)، ۴۲۔

۴۹۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۳۳۔

۵۰۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، کلیات غالب (فارسی)، ۴۴۲۔

۵۱۔ ڈاکٹر محمد حفیظ سید، گوتم بدھ: سوانح حیات و تعلیمات، ۱۰۶۔

۵۲۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوان غالب، ۳۲۹۔

۵۳۔ ایضاً، ۲۹۰۔

Bibliography

Buddha, Gautama. *Dẖampand*. Translated by Usman Shah Bin Ameen. Lahore: Idara Tehqeeqat, 2019.

Ghalib, Mirza Asadullah Khan. Kulyāt-i Ghālib (Fārsī). Compiled by Sayyid Taqi Abidi. New Delhi: Ghalib Institute, 2008.

Ghalib, Mirza Asadullah Khan. *Dīvān-i Ghālib*. Compiled by Kalidas Gupta Raza. Karachi: Anjuman-i Taraqqi-i Urdu Pakistan, 2012.

Hanh, Thich Nhat. *The Heart of The Buddha's Teaching*. London: Ebury Press, 1999.

Khan, Yousuf Hussain. *Ghālib aur Āhang-i Ghālib*. New Delhi: Ghalib Institute, 1968.

Monthly *Āj Kal: Budẖ Number* 15, no. 4. Delhi: United Press, 1956.

Narang, Gopi Chand. *Ghālib*. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2013.

Rahula, Walpola. *What The Buddha Taught*. New York: Grove Press, 1974.

Sayyid, Muhmmad Hafeez, Doctor. *Gotam Budẖ: Savāniḥ Ḥayāt-o-Ta'līmāt*. Dehli: Anjuman-i Taraqqi-i Urdu Hind, 1942.